کشادہ راستہ وصیت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں
الشرعیۃ البہیۃ
فی تحدید الوصیۃ
۱۳۱۷ھ
تصنیف لطیف:۔
اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ
ALAHAZRAT NETWORK

رسالہ

الشرعۃ البھیۃ فی تحدید الوصیّۃ

۱۳۱۷ھ

(کشادہ راستہ وصیّت کی جامع ومانع تعریف کے بیان میں)

مسئلہ ۱۳۵ از رنگون مکان نمبرہ ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ

علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی رحمۃً واسعۃً فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید یعنی شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہ تعالٰی رنگون میں بہت کچھ کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائداد معتدبہ پیدا کی لیکن وطن قدیم تخمیناً پانچہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائداد کو بحیلہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ متولی اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی اولاد کو اس میں سے ایک حبّہ نہیں دیا اور رنگونی جائداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس جائداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اُس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استفتاء سے بخوبی واضح ہوگا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں،

اوّل[۱]: علی مافی کتب الفقہ، موصی کو توصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کرینگے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا؟

دوم[۲]: زید کی یہ وصیت بکیفیت وعبارت کذائیتین (یعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور باین عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجہیز وتکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غرباء کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

سوم[۳]: زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور وکرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین کے جمع رکھیں الٰی قولہ اور ماہ بماہ مبلغ ۵۰ روپیہ موضع سالولامیرا پاڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات واراضی کے کرایہ سے سوا مبالغ ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے باقیماندہ مبالغ سے اتنا یوں کریں اور اتنا یوں کریں یعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

چہارم[۴]: وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟

پنجم[۵]: برتقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر:

لایجوز ان یبیع ثمرۃ ویستثنی منہا ارطالا معلومۃ[۱] — یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنٰی کرلے۔ (ت)

بیع ثمرہ باستثنائے ارطال معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ماسوائے ارطال مستثناۃ کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجامع تملیک وصیت دراہم باستثنائے دراہم معلومہ بوجہ مذکور ناجائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹکس میونسپال وخزانہ سرکاری کے مکانات واراضی وتجارات سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہوجاتی ہے۔

ششم[۶]: زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوع ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

---

[۱] الہدایۃ کتاب البیوع فصل فی دخول بناء الدار فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۳۲

المخرج فی مسند الامام احمد و جامع الترمذی وسنن ابی داؤد وابن ماجۃ ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرء ابوھریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین غیر مضار الآیۃ۔[1]

جس کی تخریج مسند امام احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد میں کی گئی ہے کہ بیشک کوئی مرد اور عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالٰی کی طاعت وعبادت میں مصروفِ عمل رہتے ہیں، پھر انھیں موت آتی ہے تو وہ وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں چنانچہ ان کے لئے جہنم واجب ہوجاتی ہے، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی "میت کی وصیت یا قرض نکالنے کے بعد درانحالیکہ اُس وصیت میں وہ نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ (ت)

کی شرح میں ایسی وصیت کو مکروہ لکھتے ہیں اور صاحبِ درمختار کے قول لانھا حینئذ وصیۃ بالمکروہ[2] (اس لئے کہ اب یہ وصیت ہے مکروہ کے ساتھ۔ ت) (جو کہ صاحبِ تنویر الابصار کے قول اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ[3] (اگر کسی کو وصیت کی کہ وہ اس کی قبر کی لپائی کرے یا اس پر گنبد بنائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کے تحت ہے) وصیت مع الکراہت کا بطلان ثابت ہے علامہ شامی صاحبِ دُر کے قول مذکور کے تحت لکھتے ہیں،

مقتضاہ انہ یشترط لصحۃ الوصیۃ عدم الکراھۃ وقدم اول الوصایا انھا اربعۃ اقسام وانھا مکروھۃ لاھل فسوق و مقتضی ماھنا بطلانھا اللھم الا ان یفرق الخ۔[4]

اس کا تقاضا یہ ہے کہ وصیت کے صحیح ہونے کیلئے عدمِ کراہت شرط ہے جبکہ کتاب الوصایا کے شروع میں کہا گیا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں اور یہ کہ فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے اور جو کچھ یہاں ہے اس کا تقاضا اس وصیت کے بطلان کا ہے، اے اللہ! مگر یہ کہ فرق کیا جائے الخ (ت)

پس اس وصیت کے بطلان کی یہ تقریر صحیح ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی علامہ شامی نے جو تقریر

---

[1] جامع الترمذی ابواب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ بالثلث امین کمپنی دہلی ۲/ ۳۳
سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب فی کراھیۃ الاقرار فی الوصیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰
[2] الدر المختار " باب الوصیۃ للاقارب وغیرہا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰
[3] " " " " " " " " " ۲/ ۳۳۰
[4] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۱

وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللھم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہفتمؒ: موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا:

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موصی کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

ہشتمؒ: موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں الٰی قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کردیں) کی رو سے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سہام کو بعینہٖ رکھنا لازم ہوگا ان میں بلا وجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انھوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمنافع ہے اور وصیت بالمنافع جائز لہذا یہ بھی جائز ہے۔ اب بر اجازت انھیں علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

نقل ترجمہ وصیّت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن ۳۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ بائے ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے منجانب میری ہو سب کی سب کو خرید و منسوخ کرکے یہ میری وصیت صحیح کے کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد میاں رحیم بخش اور فرزندان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولا میرا یارہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب تاجر لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان واسطے بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اُن کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہمگی

عہ کذا فی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہٗ

میری یافتنی ومطالبات موجودہ اور مطالبات ویافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یاسکینات یااراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصًا اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور وکرایہ مکانات واراضی سے تمام سرکاری ومیونسپال کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز وتکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو روپیہ میرے وطن میں غرباء کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دوہزار روپیہ دیں اور میرے برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائق کو مبلغ دوسو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیں اور نساران بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور دھنو بی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور ماہ بماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالمولا میراباڑہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲ بلاک ایچ اے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اس زر فروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تاوقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سنِ بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سنِ بلوغت کو پہنچ جائیں اُن کے حقوق جو میری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کردیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کے بطور سند لکھدیا ہوں کہ عند الحاجت کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۴ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان بنگلہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ واعلان نمودہ واظہار کردہ شدہ بحضرات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش، شیخ محمد اسحٰق، لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہٗ

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد اداء الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع

واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہاء نے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رد کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے:

من بعد وصیۃ توصون بہا او دین[1] — جو وصیت تم کرجاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔(ت)

یہی آیت ثبوتِ ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنص قرآن تقدیم وصیت پر محوّل،

ومالایتأتی الواجب الابہ وجب ان یحکم بایجابہ۔ — جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔(ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ وادا ذمۂ وصی ہو یہی حال جملہ تبرعات مالیہ کا ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کرسکتا، لاجرم علماء نے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی:

الوصیۃ ما اوجبہا الموصی فی مالہ بعد موتہ اومرضہ الذی مات فیہ کما فی نتائج[2] الافکار عن النہایۃ عن الایضاح۔ — وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں کرے، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں وہ مرا۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ ایضاح منقول ہے۔(ت)

یا یوں ہے:

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایۃ والنقایۃ[3] قلت وسیأتیك غایۃ التحقیق فانتظر۔ — وہ ایجاب ہے موت کے بعد، جیسا کہ وقایہ اور نقایہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی تحقیق عنقریب آرہی ہے۔ انتظار کر۔(ت)

جواب سوال دوم: صحت وصیت کو کسی خاص جزء معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] نتائج الافکار (وھو تکملۃ فتح القدیر) بحوالہ النہایۃ کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۴۱

[3] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

بالمنافع ہو مثل غلہ و کرایہ خواہ بالاجزاء مثل ثلث و ربع خواہ بدراہم و سکہ مثل ہزار و پانصد و صد روپیہ

کما تواترت بہ المسائل و سیأتیك ان الجھالۃ لا تمنع الوصیۃ حتی لو اوصی بجزء مجھول من مالہ و لم یبین مقدار نفسہ فضلا عن تعیین ما یقع فیہ صح و یکون البیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ماشئتم وھذا کلہ واضح عند من لہ ادنی المام بالعلم۔

جیسا کہ اس کے ساتھ مسائل تواتر سے وارد ہیں عنقریب تیرے سامنے آرہا ہے کہ جہالت وصیت سے مانع نہیں یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے مال میں سے مجہول جزء کی وصیت کی خود اس کی مقدار ہی بیان نہیں کی چہ جائیکہ اس کی تعیین کرتا جس میں وصیت واقع ہے تو یہ وصیت صحیح ہے اور اس کا بیان وارثوں کے ذمہ ہوگا۔ انھیں کہا جائے گا کہ جو تم چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے (ت)

یُوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحۃ محاورۂ ہندی میں غرباء فقراء کو کہتے ہیں اور فقراء شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بہ میں انھیں فقراء کی تخصیص لازم نہیں ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں ہاں افضل انھیں کو دینا ہے۔

فی الدرالمختار فی المجتبٰی اوصی بثلث مالہ للکعبۃ جاز و یصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر و کذا للمسجد و للقدس و فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرھم[1]

درمختار میں بحوالہ مجتبٰی ہے کسی نے کعبہ شریف کیلئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو یہ وصیت جائز ہے اور مال صرف کعبہ شریف کے فقیروں پر خرچ کیا جائے گا کسی اور پر نہیں۔ یہی حکم مسجد اور بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقراء کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصۃ الافضل ان یصرف الیھم وان اعطی غیرھم جاز وھذا قول ابی یوسف و بہ یفتی و قال محمد

خلاصہ میں کہا ہے کہ افضل فقراء کوفہ پر ہی خرچ کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی جائز ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اور اسی پر فتوٰی دیا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ

---

[1] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۲-۳۲۱

لایجوز[1]

نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہاں غریب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی انما الصدقٰت للفقراء و المسٰکین الی قولہ تعالٰی وابن السبیل[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: صدقات فقیروں کے لئے اور مسکینوں کے لئے ہیں، اللہ تعالٰی کے قول ابن السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدر المختار الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کایتام بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی ما مر لوقوعہا للہ تعالٰی وھو معلوم و ان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت و یجعل تملیکا والابطلت[3]

درمختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے تو وصیت صحیح ہوگی اگرچہ اس قبیلے کے یتیم قابلِ شمار نہ ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالٰی کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اسکو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابلِ شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہاں مستحق یہاں بھی فقرائے مسافرین ہونگے نہ اغنیاء۔

فی وجیز الامام الکردری نوع من الفصل الثانی من کتاب الوصایا اوصی لاھل السجون او الیتامٰی او الارامل او ابناء السبیل او الغارمین او الزمنٰی یعطی فقراءھم لااغنیاءھم اھ[4]

امام کردری کی وجیز میں کتاب الوصایا، فصل ثانی کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا اپاہجوں کے لئے وصیت کی تو ان کے فقرا کو دیا جائے گا نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

---

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۶
[2] القرآن الکریم ۹/۶۰
[3] الدرالمختار کتاب الوصایا مجتبائی دہلی ۲/۳۳۰
[4] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۴۳۸

ومثله فی سادس وصایا الہندیۃ عن الکافی۔ | ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس میں کافی کے حوالہ سے ہے۔(ت)

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حدِ مسنون وکفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل و نامعمول، مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنّت وکفن میانہ ہوسکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوٰی انقرویہ میں ہے:

لو اوصی الرجل بان یکفن ھو بعشرۃ اٰلاف فانہ یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تقتیر، قاضی خان فیما تجوز وصیتہ من کتاب الوصایا وفی المنیۃ الوصیۃ بالاسراف فی الکفن باطلۃ[1]۔ | اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درہم کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا باب فیما تجوز وصیتہ میں مذکور ہے، اور منیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے۔(ت)

جواب سوال سوم: زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی ڈیری یا فتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنٰی و مستثنٰی منہ میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بیگانہ فاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں "ہزار روپے برائے تجہیز و تکفین جمع رکھیں" اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہوسکتا جو بعد موت موصی کارخانہ جاری رہ کر اس کے منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول وھذا ظاھر جدًا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ت) معہذا اس عبارت میں کہ "ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غرباء کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور فلاں کو دو سو اور فلانہ و فلانہ و فلانہ کو سَو سَو روپے دیں" اس تخصیص پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع آئندہ سے دئے جائیں، ومالا دلیل علیہ لامصیر الیہ (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ت)، لاجرم جملہ اولٰی وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جمل مابعد میں وصیت تکفین سے یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر

---

[1] الفتاوی الانقرویۃ کتاب الوصایا دارالاشاعۃ العربیۃ کوئٹہ پاکستان ۲/۴۰۹

اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموع وصایا کے لئے ثلث باقی بعد اداء الدین ہے تمام وکمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دئے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائداد بیچ کر ادا ہوں،

فی ردالمحتار عن المنح عن السراج، اذا اوصی بدراهم مرسلۃ ثم مات تعطی للموصی له لو حاضرۃ والا تباع الترکۃ و یعطی منها تلك الدراهم[1]

ردالمحتار میں منح سے بحوالہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درہموں کی وصیت کی پھر مرگیا تو وہ درہم اس شخص کو دئے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درہم حاضر ہیں ورنہ ترکہ بیچ کر اس میں سے وہ درہم دئے جائیں گے (ت)

مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمیع مال کے دوچند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو یہی ہوگئی باقی تین ہزار روپے کی وصایائے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الهندیۃ اوصی بان ینفق علی فلان خمسۃ کل شهر ما عاش وعلی فلان وفلان عشرۃ کل شهر ما عاشا واجازت الورثۃ یقسم المال بین الموصی له بخمسۃ والموصی لهما بعشرۃ نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسۃ والنصف علی صاحبی العشرۃ لان الموصی له بالخمسۃ موصی له بجمیع المال وصیۃ واحدۃ و الموصی لهما بجمیع المال وصیۃ واحدۃ فکانه اوصی لهذا بجمیع المال ولهما بجمیع المال فیقسم المال بینهم نصفین عند الکل وان لم تجز الورثۃ یقسم الثلث نصفین عند الکل کذا فی المحیط اھ مختصرا[2]

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت دے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہموں کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

[1] ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۳۱

[2] الفتاوی الهندیۃ " الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۹

مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ کے نزدیک اُن کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں یونہی ہے اھ (اختصار) (ت)

صرف تین ہزار اس لئے کہ تجہیز و تکفین تو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدم تو ان کے قضایا کے مرتبے میں یہی تین ہزار رہے۔

فی العقود الدریۃ سئلت عن رجل اوصی بالف یخرج منھا تجھیزہ وتکفینہ والباقی منھا لعمل میراث و اوصی بخمسمائۃ لزید و بمثلھا لعمارۃ مسجد کذا و بمثلہ لعمارۃ مسجد کذا ایضا ولہ مملوك قیمتہ خمسمائۃ ایضا اعتقہ منجزا فی مرض موتہ واوصی لہ بالف و خمسمائۃ وخمسین و بلغ ثلث ترکتہ ثلثۃ الاف و ثمان مائۃ و بلغت نفقۃ تجھیزہ ثلثمائۃ فکیف تقسم فاجبت کلفۃ التجھیز الشرعی من اصل المال فکانہ استثناھا من الالف فیکون الباقی من الالف لعمل المیراث سبعمائۃ وتصیر جملۃ الوصیۃ اربعۃ الاف و مائتین وخمسین وقد ضاق الثلث

العقود الدریہ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی کہ اس میں سے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے، اور اسی نے زید کے لئے پانچسو درہم اور فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے پانچ سو درہم اور مزید فلاں مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچسو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچسو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرض موت میں بطور تنجیز آزاد کر دیا اور اس کے لئے ایک ہزار پانچسو پچاس درہم کی وصیت کی، اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار آٹھ سو تک پہنچا اور اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ تین سو تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کی جائیگی؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنٰی کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی بچے، اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

عنہا فینفذ الثلث فقط[1] الخ۔ — کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)

پھر سب میں پچھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو نظر میں مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

کما اذا اوصی بجزء او سھم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لھم اعطوہ ماشئتم کما فی الدر[2] المختار وعامۃ الاسفار وفی رد المحتار عن التبیین لانہ مجھول یتناول القلیل والکثیر والوصیۃ لاتمتنع بالجھالۃ والورثۃ قائمون مقام الموصی فکان الیھم بیانہ[3] اھ قلت فالوصی المفوض الیہ بنص الموصی اولٰی بذلک کما لایخفی۔

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جزء یا ایک سہم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے ذمے ہوگا انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو اس کو دے دو جیسا کہ درمختار اور عام کتابوں میں ہے۔ ردالمحتار میں تبیین کے حوالے سے منقول ہے کیونکہ وہ مجہول ہے قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کہتا ہوں کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)

مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرقہ کثیر وقلیل مطلقاً جمیع مال کی وصیت ہے،

کما علمت انفا عن العلمگیریۃ وفیھا ایضا عن المبسوط لو اوصی بان ینفق علیہ خمسۃ دراھم کل شھر من مالہ فانہ یحبس جمیع الثلث فینفق علیہ منہ کل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی تو جان چکا ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم ماہانہ خرچ کیے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی حصہ پورا روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

---

[1] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الوصایا ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۱۱
[2] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۲۴
[3] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۹

شهر خمسة كما اوجبه الموصى و
يستوى ان امر بان ينفق عليه في
كل شهر منه درهما او عشرة
دراهم[1] اھ والسر فيه ان الوصية بشئ
للفقراء كل شهر مؤبدة لا نهاية الى
أخر الدهر والغلال بمعرض
الزوال ومعتور التبدل بالتكثر
والتقلل فلا يدرى متى تفنى ومتى تحصل
ومتى تقل والى ما تصل فوجب
ابقاء جميع الثلث مصونا لها قال
في الهندية متصلا بما مر قبله
اوصى بعشرين درهما من غلته
كل سنة لرجل فاغل
سنة قليلا وسنة كثيرا فله
ثلث الغلة كل سنة
يحبس وينفق عليه كل
سنة من ذلك عشرون
درهما ما عاش هكذا
اوجبه الموصى وربما لا تحصل
الغلة في بعض السنين
فلهذا يحبس ثلث
الغلة على حقه[2] اھ
قلت واطلقوه فشمل

کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ
کئے جائیں، اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک
درہم یا دس درہم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ
اس میں راز یہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ
کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک اسکی
انتہا نہیں ہوتی جبکہ محاصل معرض زوال میں ہوتے
ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر وتبدل
ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور
کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب
کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے
محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت
سے ماقبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی
دوسرے شخص کے لئے اپنی جائداد کی پیداوار
میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ
پیداوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی
ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیداوار کا تہائی حصہ
روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت
کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے
جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے ایجاب
کیا ہے۔ اور بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار
حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس
کے لئے وصیت کی گئی پیداوار کا تہائی حصہ
روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انھوں نے

---

[1] و [2] الفتاوى الهندية کتاب الوصایا الباب السابع في الوصية نورانی کتب خانہ پشاور ٦/١٢٨

مااغفل مماکثراوقل مع ان الوصیۃ محدودۃ بسنین معدودۃ قدر ماعسی ان یعیش الموصی لہ فکیف بجھۃ لاانقطاع لھا۔

اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی رہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند معدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔ (ت)

توحاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اُس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقراً کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقراء یا خاص فقراء مسافرین کو اور دینے کہے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیۃً دیئے جملہ اموال وصایا دوبار جمیع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پُر ظاہر کہ کل مال بھی ان وصایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ ارجحیت تقدیم پائے گی کونسی مرجوح ٹھہر کر تاخیر کردی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز وتکفین مسنون وادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زرنقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ وغیر منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز وتکفین وقضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجازت نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی وملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تمام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

جواب سوال چہارم: تقسیم عبادات ومعاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محضہ ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قرباتِ محضہ جیسے عتق ووقف حتی کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع واجارہ وہبہ واعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد تو معاملہ

فاجتماعھما کما فی النکاح لایقدح فی التقسیم وقد تکفل ببیان کل ذلک فی ردالمحتار صدر

ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر تکفالت

کی گئی ہے (ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین ومحصور اشخاص کے لئے، یہ صورت اغنیاء وفقراء سب کے لئے ہوسکتی ہے، صورت اولیٰ معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلاتملیک مثل وصیت بوقف وعتق و دیگر اعمال، پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہوسکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے۔

یرشدك الی هذا ما قدمنا عن الدر من الاصل فی الوصیة الخ وفی الهندیة عن المحیط عن فتاوی الامام ابی اللیث فیما لواوصی بثلث ماله لاعمال البر ان کل مالیس فیه تملیك فهو من اعمال البر حتی یجوز صرفه الی عمارة المسجد و سراجه دون تزیینه[1] الخ ومسائل الباب اکثر من ان تحصی۔ اقول وبه ظهران ماذکر فی عامة الکتب فی حد الوصیة انها تملیك مضاف الی ما بعد الموت علی وجه التبرع فهو تحدید له باعتبار احد نوعیه والحد الجامع ما قدمنا عن النتائج عن النهایة عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو در کے حوالے سے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں یعنی وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہندیہ میں بحوالہ فتاوی امام ابواللیث محیط سے منقول ہے اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب و زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے زائد ہیں۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہوگیا وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف اس کی دونوعوں میں سے ایک کے اعتبار سے ہوئی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

---

[1] الفتاوی الهندیة　کتاب الوصایا　الباب الثانی　نورانی کتب خانہ پشاور　۹۷/۶

الایضاح، والاولٰی ما اسلفنا عن الوقایۃ والنقایۃ لعدم تقییدہ بالمال فیعم ما اذا اوصی بان یدفن فی مقبرۃ کذا بثوب فلان الزاھد فقد قال فی الخلاصۃ و البزازیۃ والشرنبلالیۃ ورد المحتار وغیرھا یراعی شرائطہ ان لم یلزم مؤنۃ الحمل فی الترکۃ اھ[1] قلت والمراد بالموت ما یعم الحکمی وھو مرض الموت والاولی التصریح بہ لکن ھذا لابد من تخصیصہ بالمال فان الایجابات الغیر المالیۃ کامرہ اجیرہ او ابنہ ان اسقنی او اخدمنی لاتعد وصیۃ وان کانت فی مرض الموت بخلاف المضاف الی مابعدہ کما لایخفی فاذن احق مایقال فی حدھا ایجاب مضاف الی مابعد الموت او الی منجز فی مرض الموت فاحفظہ۔ واللہ التوفیق۔

بحوالہ نہایہ بحوالہ ایضاح پہلے نقل کرچکے ہیں۔ اور اولٰی تعریف وہ ہے جسے ہم بحوالہ وقایہ ونقایہ پہلے ذکر کرچکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا وہ شامل ہوگئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، بزازیہ، شرنبلالیہ اور ردالمحتار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں باربرداری کا خرچہ لازم نہ آئے الخ۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ ہے جو موتِ حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے، اور اس کی تصریح کرنا اولٰی ہے، لیکن اس میں مال کی تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجاباتِ غیرمالیہ جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی لاکر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں وصیت کی تعریف یوں کرنا اولٰی وانسب ہے کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس کی تنجیز مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ کرلے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

---

[1] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۴۰

جواب سوال پنجم: وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدمِ جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول۔

اوّلاً جواب سوال سوم میں معلوم ہولیا کہ یہاں سرے سے استثنار ہی نہیں۔

ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح و معتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثنار بیع میں بھی روا۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورۂ سوال ہے:

لان الباقی بعد الاستثناء مجھول قال رضی اللہ تعالٰی عنہ قالوا ھذا روایۃ الحسن وھو قول الطحاوی اما علی ظاھر الروایۃ ینبغی ان یجوز لان الاصل ان مایجوز ایراد العقد علیہ بانفرادہ یجوز استثناؤہ من العقد وبیع قفیز من صبرۃ جائز فکذا استثناءہ بخلاف استثناء الحمل واطراف الحیوان لانہ لایجوز بیعہ فکذا استثناءہ[1] اھ باختصار۔

کیونکہ استثنار کے بعد باقی مجہول ہے۔ مصنف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا علمار نے کہا ہے کہ یہ روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول ہے۔ لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہیے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شَے پر بطورِ انفراد عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثنا بھی جائز ہوتا ہے۔ ڈھیر میں سے ایک بوری کی بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثنار بھی جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزار کے کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں، اسی طرح ان کا استثنا بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ماجاز ایراد العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ فصح استثناء ارطال معلومۃ من بیع ثمر نخلۃ۔[2]

جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا استثنار بھی عقد سے جائز ہے۔ چنانچہ درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثنا صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۳،۲۴

[2] الدر المختار شرح تنویر الابصار " فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹

لصحۃ ایراد العقد علیہا و لو الثمر علی رؤس النخل علی الظاہر [1]

کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر روایت کے مطابق جو پھل درختوں کے اوپر ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ (علی الظاہر) متعلق بقولہ فصح و مقابل ظاہر الروایۃ الحسن عن الامام انہ لایجوز واختارہ الطحاوی والقدوری لان الباقی بعد الاستثناء مجہول [2]

ماتن کا قول "علی الظاہر" اس کے قول "فصح" سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے میں حسن کا قول ہے جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔ اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے، کیونکہ استثنائ کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے۔ (ت)

ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتمد سہی تو اُس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب نہایت وسیع۔ ابھی سُن چکے کہ بیع حمل ناجائز ہے اور وصیت بالحمل قطعاً روا۔

فی الدر صحت للحمل و بہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ھذہ لفلان [3]

دُر میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے موصی کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں شخص کے لئے وصیت کی۔ (ت)

بیع شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوجاتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، ولہذا بیع کنیز سے استثناء حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الھدایۃ اشتری جاریۃ الا حملہا فالبیع فاسد لانہ بمنزلۃ اطراف الحیوان لاتصالہ بہ خلقۃ و بیع الاصل یتناولہا فالاستثناء

ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا حمل نہ خریدا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے اعضاء کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

---

[1] الدرالمختار کتاب البیوع فصل فی مایدخل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹

[2] ردالمحتار " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۱

[3] الدرالمختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۱۸

یکون علی خلاف الموجب فیصیر شرطا فاسدا والبیع یبطل بہ والھبۃ والصدقۃ والنکاح لاتبطل بل یبطل الاستثناء وکذا الوصیۃ لاتبطل لکن یصح الاستثناء لان الوصیۃ اخت المیراث والمیراث یجری فیما فی البطن[1] اھ ملخصا۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے کی وجہ سے شرطِ فاسد ہوا اور بیع شرطِ فاسد کے ساتھ باطل ہوجاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل ہوجاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں جاری ہوجاتی ہے جو پیٹ میں ہے اھ تلخیص (ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کما قدمنا عن الشامی عن الزیلعی (جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثنائے ارطال معلومہ سے روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی کما سمعت عن الھدایۃ ورد المحتار ومثلہ فی الفتح وغیرہ (جیسا کہ تُو ہدایہ اور ردالمحتار سے سُن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) تو وصیت کا اس پر قیاس کُھلا مع الفارق ہے۔

رابعًا علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلًا خلل انداز نہیں،

کما اسلفنا عن الھندیۃ عن المحیط من قولہ ورب ما لاتحصل الغلۃ فی بعض السنین[2]۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر کرچکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار حاصل نہیں ہوتی۔ (ت)

خامسًا وقت محاصل وغلّہ قُری وبساتین وغیرہا کی صحت وصیت میں شبہہ نہیں کتبِ فقہ میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے معین ہوتا ہے وہ عرفًا معلوم الاداء ومعہود الاستثناء ہے والمعھود عرفا کالمشروط لفظا (جو عرف کے اعتبار سے معہود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء بے ذکر کے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہوسکتی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

---

[1] الہدایۃ کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۶۳

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۸

جواب سوال ششم: بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلاً صحیح نہیں، اور برگزرا کہ وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔ وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے۔ ت) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہوسکتی،

الاتری ان البیوع الفاسدۃ محرمۃ وتفید الملك فاذا جامع الملك الحرمۃ فما بالك بالکراھۃ۔

کیا تُو نہیں دیکھتا کہ بیوعِ فاسدہ حرام ہیں اور مِلک کا فائدہ دیتی ہیں۔ جب مِلک حرمت کے ساتھ جمع ہوگیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شیئ فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ جبھی ہوگا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو،

فان الندب والکراھۃ متنافیان لایسوغ اجتماعھما من جھۃ واحدۃ۔

کیونکہ ندب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں (ت)

بخلاف کراہت عارضی کہ زنہار منافی قربت نہیں ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شیئ فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا، علماء نے کراہت و معصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثناء کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے، حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرماجاتے ہیں، رہی قربت وہ یوں نہیں ہوسکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہوسکتا تو دونوں نوع وصیت منتفی ہوئیں اور بطلان لازم آیا،

فان انتفاء الاقسام باسرھا قاض بانتفاء المقسم راسا۔

تمام اقسام کا منتفی ہونا مقسم کے منتفی ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک و صورت قربت ذاتی و کراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحۃً صحت وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے:

صورت اولٰی کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ و تطیین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزیین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرانا فی نفسہ نوعِ قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معہود۔

كما فعل بقبر عثمٰن بن مظعون رضي الله تعالٰى عنه ووضع حجرا ليتعرف بها قبره و يدفن اليه من مات من اهله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما اخرجه ابوداؤد في سننه بسند جيد[1]۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی پہچان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسکی تخریج کی ہے (ت)

اس سے نفع و انتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔

درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے:

قدمنا في الكراهية انه لايكره تطيين القبور في المختار[2] الخ زاد فيها و في الجنائز عن السراجية لاباس بالكتابة ان احتيج اليها حتى لا يذهب الاثر ولا يمتهن[3]۔

ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے باب الجنائز میں بحوالہ سراجیہ یہ اضافہ کیا کہ قبر پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کا نشان نہ مٹے اور اس کی توہین نہ کی جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

اوصى بعمارة قبره للتزيين فهي باطلة[4]۔

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع الموتٰی فی قبر والقبر یعلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۰۱
[2] الدرالمختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۳۰
[3] الدرالمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۶-۱۲۵
الفتاوی السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نولکشور لکھنؤ ۲۴
[4] فتاوٰی قاضیخاں کتاب الوصایا فصل فی مایکون وصیۃ " " ۴/ ۸۳۶

اذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین بخوف سبع او نحوہ سئل ابو القاسم عن من دفع الی ابنتہ خمسین درھما فی مرضہ وقال ان مت فاعمری قبری وخمسۃ دراھم لك واشتری بالباقی حنطۃ وتصدق بھا قال الخمسۃ لھا لاتجوز وینظر الی القبر الذی امر بعمارتہ فان کان یحتاج الی العمارۃ للتحصین لا للزینۃ عمرت بقدر ذلك والباقی تتصدق بہ علی الفقراء وان کان امر بعمارۃ فضلت علی الحاجۃ الذی لابد منھا فوصیۃ باطلۃ۔[1]

کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی لپائی کی جائے اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔ مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے تو مکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا خوف ہو۔ ابو القاسم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مرجاؤں تو میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درہم تیرے ہیں باقی سے گندم خرید کر اسے صدقہ کر دینا۔ ابو القاسم نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے تو بقدر حاجت وہ تعمیر کرائے لیکن زینت کے لئے جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

عمارۃ القبر ان لتحصین یجوز وان لتزیین فالوصیۃ ایضا باطلۃ ویصرف الکل الی الفقراء۔[2]

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مال فقراء پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

مثال سوم وصیت کی کہ اسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

[2] فتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۳۹

فی الهندیۃ عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشتراہ و یغل و یقید رجلہ فھذہ وصیۃ بما لیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثلہ ویدفن کما یدفن سائر الناس۔[1]

ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اور اس کو طوق پہنایا جائے اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، تو چونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔ (ت)

مثال چہارم وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں باطل ہے کہ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اور اُمت کے حق میں نامشروع ہے، خلاصہ و بزازیہ و تاتارخانیہ و ہندیہ وغیرہ میں ہے:

واللفظ للثالثۃ اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الا ان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین۔[2]

لفظ تیسری کتاب یعنی تاتارخانیہ کے ہیں۔ اگر کسی نے وصیت کی اس کو اپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کو مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے۔ (ت)

صورت ثانیہ یعنی وصیت تملیک باوصف کراہت صحیح ہے اس کی ایک سند وہی ہے جو سوال میں بحوالہ شامی مسطور کہ فساق کے لئے وصیت مکروہ ہے اور باوجود کراہت صحیح۔ سند دوم وجیز امام کردری میں ہے:

الثانی معصیۃ مطلقا کالوصیۃ للنائحۃ والمغنی ان لم یکن یحصون لا یصح وان لقوم باعیانھم صح۔[3]

دوسری مطلقاً گناہ ہے جیسے نوحہ کرنے والی عورت اور گویّے کے لئے وصیت۔ اگر وہ قابل شمار نہ ہوئے تو صحیح نہیں اور معین قوم کے لئے ہے تو صحیح ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق پھر ردالمحتار میں ہے:

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶-۹۵
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۹۵
[3] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا 〃 〃 ۶/ ۴۳۶

الوصیۃ انما صحت باعتبار التملیک لھم[1]۔ یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریحہ ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیحہ ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے وصیت باوصف ممانعت صحیح و نافذ ہے۔

مطلقا علی مااختارہ الائمۃ الجلۃ طاھر بن عبدالرشید البخاری و الامام السغناقی اول شراح الھدایۃ والامام النسفی صاحب الکنز والوافی والامام حافظ الدین البزازی او بشرط الاستیمان علی مامشی علیہ فی الغرر الدرر والتنویر والدر وجعلہ فی الخانیۃ اجماعا وفی المقام تحقیق انیق اتینابہ فیما علقنا علی ردالمحتار لولاغرابۃ المقام لاسعفنابہ۔

بغیر کسی شرط کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن عبدالرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغناقی، کنزو وافی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین برازی نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط کے ساتھ جیسا کہ غرر درر، تنویر اور در میں اسکو اپنایا ہے اور خانیہ میں اس کو اجماع قرار دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو ہم نے ردالمحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔ اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں ذکر کرتے۔ (ت)

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے:

واللفظ للاول الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ، وفی السیر الکبیر مایدل علی الجواز والتوفیق بینھما انہ لاینبغی ان یفعل ولو فعل یثبت الملک[2]۔

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تطبیق یُوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت نہ کرنی چاہیے لیکن اگر کردے تو ملک ثابت ہوجائیگا۔ (ت)

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الوصایا باب وصیۃ الذمی المطبعۃ الکبری بولاق مصر ۶/ ۲۰۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی " جنس آخر فی الفاظ الوصیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۲۳۰

میں نافذ جانا، پُرظاہر کہ ہنگامِ قیامِ ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اُسی حدیث کے نیچے اُسی قول میں فرماتے ہیں:

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر من الثلث[1] الخ۔	وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے:

(او اثما) بان تعمد ذلک بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلا[2]	(یا گناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)

مگر از انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لاوجود لہ والمعدوم لاینفذ بالتنفیذ۔	کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا (ت)

میں این وآں سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم ومعصیت صحیح ومعتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم[3]	(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس ورثا اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنٰی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار پاتے۔ معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ اراد بہ انہ	دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب

---

[1] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

اذا اخطأ المیّت فی وصیتہ او جار معتمدا فلاحرج علی ولیہ او وصیہ او والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ وبین الموصی لھم ویرد الوصیۃ الی العدل والحق[1]

میّت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کرا دیں اور وصیت کو عدل وحق کی طرف لوٹا دیں۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سراس میں یہ ہے کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو بے معنی کو مشروع ومقرر نہیں فرماتی تمام عقود وافعال ومعاملات کی صحت فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور جو عبث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اُسی کے مثل وہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا یا مکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے:

خرج بمفید مالایفید فلایصح بیع درھم بدرھم استویا وزنا وصفۃ ولامقایضۃ احد الشریکین حصۃ دارہ بحصۃ الاخر (صیرفیہ) ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ[2]

مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن وصفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے (صیرفیہ)، اور سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصاً وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت ہی پر اعتماد کیا چاہیں، ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں منتفی۔

فی الفتح من باب العنین لم یجز استئجار الجحش للحمل

فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحیت نہ رکھنے والے بچھیرے کو سواری اور باربرداری

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیۃ ۲/۱۸۲ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۰

[2] الدرالمختار کتاب البیوع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲

والد کو بـ[1] کے لئے کرائے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انھیں عقود مجوزہ للحاجہ سے ہے۔

فی الهدایة القیاس یابی جوازها لانه تملیك مضاف الی حال زوال مالکیته ولو اضیف الی حال قیامها بان قیل ملکتك غدا کان باطلا فهذا اولی الا انا استحسناه لحاجة الناس الیها[2] الخ۔

ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت کے حالِ زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کر دیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلانِ مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان بدرجہ اولیٰ ہوگا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے الخ (ت)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریع معقول نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کردے منافی صحت نہیں ہوسکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ امر سے قربت، ایسی ہی جگہ کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم ہے معہذا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لحق وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا لحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الهندیة عن المحیط لو اوصی بان یباع عبده ولم یسم المشتری لا یجوز الا ان یقول وتصدقوا بثمنه او یقول بیعوه نسیئة ویحط الی الثلث عن المشتری[3] الخ وفیها عن المبسوط اوصی بعبده ان یباع ولم یزد علی

ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اسکی قیمت کو صدقہ کر دو یا کہے کہ اس کو ادھار پر بیچ دو اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کردے الخ اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

---

[1] فتح القدیر باب العنین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۳۵

[2] الہدایۃ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۰

[3] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۹۶

ذٰلك و اوصی بان یباع بقیمته فهو باطل لانه لیس فی هذه الوصیة معنی القربة لیجب تنفیذها لحق الموصی لہ[1]

بارے میں وصیت کی کہ اُسے بیچ دیا جائے اور اس سے زائد کچھ نہ کہا یا وصیت کی کہ غلام کو اسکی قیمت کے ساتھ بیچ دیا جائے تو یہ باطل ہے اس لئے کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرنا واجب ہوتا۔ (ت)

بحمد اللہ اس تحقیق انیق نے کوئی دقیقہ تدقیق فروگزاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بطرف خفی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حیث قال اللّٰهم الا ان یفرق بان الوصیة اما صلة او قربة ولیست هذه واحدة منهما فبطلت بخلاف الوصیة لفاسق فانها صلة لها مطالب من العباد فصحت وان لم تکن قربة کالوصیة لغنی لانها مباحة ولیست قربة الخ[2]

جہاں شامی نے کہا اے اللہ! مگر یہ کہ یوں فرق کیا جائے کہ بیشک وصیت یا تو صلہ ہوتی ہے یا قربت حالانکہ یہ ان دونوں میں سے نہیں ہے چنانچہ باطل ہو جائے گی بخلاف اس وصیت کے جو فاسق کے لئے ہو اس لئے کہ وہ صلہ ہے اور بندوں میں سے کوئی اس کا مطالبہ کرنے والا موجود ہے چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وہ مباح ہے اور قربت نہیں ہے الخ (ت)۔

اب ما نحن فیه کو دیکھئے تو اس میں وصایائے تملیک ہیں یا وصایائے قربت، کوئی وصیت ایسی نہیں جو فی نفسہٖ ان دونوں سے خالی ہو تو وجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل و عاطل هکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق (ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

جواب سوال ہفتم: اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے تنفیذ وصیت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللّٰه تعالٰی فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه علی الذین

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۱۲

[2] ردالمحتار باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۵۱

یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم[1] والوں پر ہے بے شک اللہ سنتا جانتا ہے (ت)

جواب سوال ہشتم: ہاں بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و انفاذ وصایا جو سہام ورثہ نابالغین کو پہنچیں گے وصی بلاوجہ شرعی ان کی بیع و تبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متلف ولہذا ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صور استثناء میں۔

فی الهندیة للوصی ان یبیع کل شئ الترکة من المتاع والعروض والعقار اذا کانت الورثة صغارا اما بیع ما سوی العقار فلان ما سوی العقار یحتاج الی الحفظ و عسی ان یکون حفظ الثمن ایسر وبیع العقار ایضا فی جواب الکتاب، قال شمس الائمة الحلوانی رحمه اللہ ما قال فی الکتاب قول السلف کذا فی فتاوی قاضی خان، وجواب المتاخرین انه انما یجوز بیع عقار الصغیر اذا کان علی المیت دین لا وفاء له الا من ثمن العقار او یکون للصغیر حاجة الی ثمن العقار او یرغب المشتری فی شرائه بضعف القیمة وعلیه الفتوی کذا فی الکافی[2] اھ وفی الدر

ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شئی کو فروخت کرے چاہے وہ اسباب و سامان کے قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائداد جبکہ ورثاء نابالغ ہوں۔ غیر منقولہ جائداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ ثمن (رقم) کی حفاظت زیادہ آسان ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقول جائداد کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے یونہی فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ اور متاخرین نے اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نابالغ کی غیر منقول جائداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس جائداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نابالغ کو اس جائداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار اس جائداد کو دگنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے، فتوٰی اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، در میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱

[2] الفتاوی الہندیۃ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۴۴

جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لامن نفسه بضعف قیمته اولنفقة الصغیر اودین المیت اووصیة مرسلة لانفاذ لها الامنه اولکونه غلاته لاتزید علی مؤنته اوخوف خرابه اونقصانه اوکونه فی ید متغلب درر و اشباه ملخصا قلت وهذا لوالبائع وصیا لامن قبل ام او اخ فانهما لایملکان بیع العقار مطلقا[1] الخ وفی الشامیة عن الرملی عن الخانیة فی مسئلة بیع المنقول لنسیئة ان کان یتضرر به الیتیم بان کان الاجل فاحشا لایجوز[2] ھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نابالغ کی غیر منقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے قرض کی ادائیگی یا ایسی وصیتِ مطلقہ کے نفاذ کیلئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہوسکتا یا اس جائیداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہو تو بھی بیع جائز ہے درر و اشباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیر منقول جائداد کو بیچنے کا مطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رسالہ

الشرعة البهیة فی تحدید الوصیة

۱۳ ۱۷

ختم ہوا

---

[1] الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۳۶

[2] رد المختار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴